آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ٭ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۸ | بابت ماہ مئی ۱۹۰۹ء | نمبر ۵

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ مئی ۱۹۰۹ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شایع ہوا چندہ سالانہ عوام سے عـم۔ طلباء سے عہ

ضروری اطلاع

(مندرجہ ذیل کتابیں مینیجر بک ڈپو سے طلب کرو)

رپورٹ سالانہ۔ صدر انجمن احمدیہ کی سالانہ رپورٹ چھپکر تیار ہوچکی ہے جسمیں سالانہ رپورٹ کے علاوہ وہ مضامین بھی درج ہیں جو سالانہ جلسہ پر سنائے گئے تھے۔ ۲۴۰ صفحہ کی کتاب ہے قیمت باوجود اتنی بڑی کتاب کے صرف ۳/ ہے جو اصل لاگت ہے۔

مقامی انجمنوں کے لئے رجسٹر و رسید بک مقامی انجمنوں کے لئے حساب کو باقاعدہ رکھنے کیلئے ضروری ضروری رجسٹر چھپوا کر تیار کروائے گئے ہیں اسی طرح رسید بکس بھی تیار ہیں جس سے سکرٹری کو رسید دینے اور اسکا مثنے دفتر میں رکھنے میں بہت آسانی ہوتی ہے قیمت ۵۰ صفحے کی مجلد رجسٹر کی ۱۲/ اور غیر مجلد کی ۸/ اور رسید بک کی جس میں ۱۰۰ رسیدیں ہوتی ہیں ۴/ ہے۔

اوامر و نواہی۔ ۳۰۰ سے زائد صفحوں کی کتاب ہے جسمیں سید عبد الحیی صاحب عرب نے قرآن کریم کے احکام اور نواہی جمع کی ہیں اصل آیات کیساتھ اردو ترجمہ بھی ہے اسکے علاوہ چہل قسم کی اربعین اس کتاب کیساتھ بڑھائی گئی ہیں اصل قیمت اس کتاب کی ۱۲ تھی مگر صدر انجمن احمدیہ نے عرب صاحب سے بہت سی جلدیں خرید کر قیمت قریباً نصف کردی ہے یعنی ۹/ فی جلد ایک نہایت مفید کتاب ہے احباب اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ دیں انجمن کے پاس جسقدر جلدیں ہیں وہ فروخت ہوجانیکے بعد یہ کتاب پھر اصل قیمت پر ملسکے گی۔

یسرنا القرآن۔ اس قاعدہ کی قبولیت اب ملک میں عام طور پر پھیل گئی ہے اور اب چوتھی مرتبہ تعداد میں چھ ہزار شائع کیا گیا ہے قیمت بھی کم کردیگئی ہے یعنے عربی حصہ کی قیمت جس پڑھنے کے بعد بچہ قرآن شریف کو خود بخود پڑھنے لگتا ہے ۱/ کر دیگئی ہے پہلے ۲/ قیمت تھی۔

البیان حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب کی لطیف تصنیف ہے جسمیں مس شیطان والی حدیث پر مبسوط بحث کیگئی ہے قیمت ۱/ **عمدۃ الاحکام** صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفقہ حدیثیں معہ ترجمہ قیمت ۱۲/

اسلام کی پہلی کتاب مصنفہ ماسٹر عبد الرحمن صاحب۔ قیمت صرف ۴/ فی جلد ہے

آئینہ صداقت مصنفہ مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر بدر قیمت صرف ۲/

مبادی الصرف مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح مولانا حکیم نور الدین صاحب قیمت صرف ۲/

مجموعہ فتاوی احمدیہ مصنفہ مولوی محمد فضل خان صاحب چنگوی قیمت جلد اول ۱۲/ جلد دوم ۱۲/ جلد سوم ہے

الاختلاف۔ مصنفہ قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل آف گولیکی قیمت صرف ۳/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اسلام کی تعلیم جو سلسلہ احمدیہ پیش کرتا ہے

{یہ اس انگریزی مضمون کا ترجمہ ہے جو ۱۰۔ اپریل ۱۹۰۹ء کو کلکتہ کے مذہبی جلسہ یعنی کانونشن آف ریلیجنز ان انڈیا میں پڑھا گیا۔}

اسلام اور دوسرے مذاہب:۔ سب سے پہلے میں چند الفاظ میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام کی تعلیم جیسا کہ سلسلہ احمدیہ اسے پیش کرتا ہے۔ دوسرے مذاہب اور انکے مقدس بانیوں کے متعلق کیا ہے۔ سو واضح ہو کہ اسلام ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ خدا تمام دنیا کا خدا ہے نہ کسی ایک خاص فرقہ یا خاص قوم کا۔ اسلیئے اس نے اپنے کلام سے جو ہر ایک ہدایت کا سرچشمہ ہے دنیا کے تمام حصوں کو منور اور مستفیض کیا ہے۔ اور کسی قوم سے بخل نہیں کیا اور ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جن امور پر جسمانی حیات کا مدار ہے جیسے زمین پانی آگ ہوا سورج چاند ستارے اناج وغیرہ یہ تمام چیزیں تمام نوع انسان اور تمام ملکوں اور قوموں میں پائی جاتی ہیں حالانکہ وہ چیزیں محض اس زندگی کیلیئے ہیں جو صرف چند روزہ ہے۔ پھر کسطرح یہ خیال کیا جائے کہ وہ امور اور وہ ہدایتیں اور وہ آسمانی برکتیں جو روحانی حیات کا مدار ہیں جو جاودانی حیات ہے وہ کسی خاص قوم اور خاص ملک کو عطا ہوں اور دوسرے اس سے بے خبر رہ کر ہلاکت کے گڑھے میں گریں۔ ہر ایک عقل جو تعصب اور پکش پات سے پاک ہے ہرگز اسکو قبول نہیں کریگی اور خدائے پاک کو جو رب العالمین ہے اس تہمت سے بری سمجھے گی کہ وہ کسی خاص قوم کا

رب ہو اور دوسروں سے کنارہ کشی کرے۔ خدا نے کسی قوم سے فرق نہیں کیا مثلاً جو انسانی طاقتیں اور قوتیں آریہ ورت کی قدیم قوموں کو دیگئی ہیں وہی تمام قوتیں عربوں اور فارسیوں اور شامیوں اور چینیوں اور جاپانیوں اور یورپ اور امریکہ کی قوموں کو بھی عطا کی گئی ہیں۔ سب کے لیئے زمین فرش کا کام دیتی ہے اور سب کے لیئے اسکا سورج اور چاند اور کئی اور ستارے روشن چراغ کا کام دے رہے ہیں۔ اور دوسری خدمات بھی بجالاتے ہیں اسکی پیدا کردہ عناصر یعنی ہوا اور آگ اور پانی اور خاک سے اور ایسا ہی اسکی دوسری تمام پیدا کردہ چیزوں اناج اور پھل اور دوا وغیرہ سے تمام قومیں فائدہ اٹھا رہی ہیں پس اسی جسمانی سلسلہ پر روحانی سلسلہ کو بھی قیاس کر لینا چاہیئے۔

خدا نے قرآن شریف کو جس آیت سے شروع کیا ہے وہ یہ ہے کہ الحمد للّٰہ رب العٰلمین یعنی تمام کامل اور پاک صفات خدا سے خاص ہیں جو تمام عالموں کا رب ہے۔ عالمین کے لفظ میں تمام مختلف قومیں اور مختلف زمانے اور مختلف ممالک داخل ہیں اور اس آیت سے جو قرآن شریف شروع کیا گیا یہ درحقیقت اس خیال کا رد ہے کہ خدائے تعالیٰ کی ربوبیت اور فیض کسی ایک قوم تک محدود ہو۔ اور دوسری قوموں کو ایسا خیال کر لیا جاوے کہ گویا وہ خدائے تعالیٰ کے بندے ہی نہیں اور گویا خدا نے انکو پیدا کر کے بھر ردی کی طرح پھینک دیا ہے یا ان کو بھول گیا ہے اور یا نعوذ باللہ وہ اسکے پیدا کردہ ہی نہیں۔ پس ان خیالات اور ایسے عقائد کے رد کرنیکے لیئے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کو اس آیت سے شروع کیا کہ الحمد للّٰہ رب العٰلمین اور جا بجا اسنے قرآن شریف میں صاف صاف بتا دیا ہے کہ یہ بات صحیح نہیں ہے کہ کسی خاص قوم یا خاص ملک میں خدا کے نبی آتے رہتے ہیں بلکہ خدا نے کسی قوم اور کسی ملک کو فراموش نہیں کیا اور قرآن شریف میں طرح طرح کی مثالوں میں بتلایا گیا ہے کہ جیسا کہ خدا ہر ایک ملک کے باشندوں کے لیئے انکے مناسب حال انکی جسمانی تربیت کرتا آیا ہے ایسا ہی اسنے ہر ایک ملک اور ہر ایک قوم کو روحانی تربیت سے بھی فیضیاب کیا ہے چنانچہ ایک جگہ قرآن شریف میں صاف الفاظ میں فرمایا ہے وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ یعنی کوئی ایسی قوم نہیں

جس میں کوئی نبی یا رسول نہیں بھیجا گیا۔

سو قرآن شریف کی یہی تعلیم ہے کہ وہ سچا اور کامل خدا جسپر ایمان لانا ہر ایک بندہ کا فرض ہے وہ رب العالمین ہے اور اسکی ربوبیت کسی خاص قوم تک محدود نہیں اور نہ کسی خاص زمانہ تک اور نہ کسی خاص ملک تک بلکہ وہ سب قوموں کا رب ہے اور تمام زمانوں کا رب ہے۔ اور تمام مکانوں کا رب ہے اور تمام ملکوں کا رب ہے اور تمام فیضوں کا سرچشمہ ہے اور ہر ایک جسمانی اور روحانی طاقت اسی سے ہے اور اسی سے تمام موجودات پرورش پاتی ہیں اور ہر ایک وجود کا وہی سہارا ہے خدا کا فیض عام ہے جو تمام قوموں اور تمام ملکوں اور تمام زمانوں پر محیط ہو رہا ہے۔ یہ اس لئے ہوا کہ تا کسی قوم کو شکایت کرنے کا موقعہ نہ ملے اور یہ نہ کہیں کہ خدا نے فلاں فلاں قوم پر احسان کیا مگر ہم پر نہ کیا یا فلاں قوم کو اسکی طرف سے کتاب ملی تا وہ ہدایت پاویں مگر ہم کو نہ ملی۔ یا فلاں زمانہ میں وہ اپنی وحی اور الہام اور معجزات کے ساتھ ظاہر ہوا مگر ہمارے زمانہ میں مخفی رہا۔ اور قرآن شریف نے اسی امر کو نبی کی صداقت کا معیار قرار دیا ہے کہ جن نبیوں کی عام طور پر کروڑ ہا لوگوں میں قبولیت پھیل جاتی ہے اور دلوں میں انکی نہایت درجہ محبت اور عظمت بیٹھ جاتی ہے۔ اور نصرت الٰہی بارش کی طرح انپر برستی ہے وہ ہرگز جھوٹے نہیں ہوتے۔ اس اصل کو تسلیم کرنیکے بعد ہم کھلے طور پر اس امر کا اعلان کرتے ہیں اور اپنے اس اقرار کو دنیا میں شائع کرنا اپنی ایک سعادت سمجھتے ہیں۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے نبی سب کے سب پاک اور بزرگ اور خدا کے برگزیدہ تھے۔ ایسا ہی خدا نے جن بزرگوں کے ذریعہ سے پاک ہدایتیں آریہ ورت میں نازل کیں اور نیز بعد میں آنیوالے جو آریوں کے مقدس بزرگ تھے جیسا کہ راجہ رامچندر اور کرشن یہ سب کے سب مقدس لوگ تھے اور ان میں سے تھے جنپر خدا کا فضل ہوتا ہے۔ پس وہ صلح کی تعلیم جو تمام قوموں کو ایک قوم کی طرح بنا سکتی ہے۔ وہ یہی ہے کہ تمام قومیں دوسری قوموں کے بزرگوں اور مقدس بانیوں کو عزت سے یاد کریں۔ انہی اصول پر سلسلہ احمدیہ کے مقدس بانی نے اپنے

آخری ایام میں پیغامِ صلح نام ایک کتاب لکھی تھی جس میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے اتفاق اور صلح کے لیئے ایک تجویز پیش کی گئی تھی۔

سلسلہ احمدیہ کی اصل حقیقت:۔ سلسلہ احمدیہ اسلام میں اس تحریک کے بالمقابل واقع ہے جو یہودی مذہب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ شروع ہوئی جس سے مراد وہ عیسائی مذہب نہیں جو آجکل حضرت عیسیٰؑ کے نام پر پھیل رہا ہے بلکہ وہ تعلیم ہے جس کو قرآن کریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سچی تعلیم بیان فرماتا ہے۔ سلسلہ عیسویہ کا خاص نشان جو اسکو یہودیوں کے باقی تمام فرقوں سے ممتاز کرتا تھا یہ تھا کہ اس سلسلہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کا مسیح موعود تسلیم کر لیا تھا اور بنی اسرائیل میں جسقدر پیشگوئیاں اور امیدیں مسیح کے نام سے وابستہ چلی آتی تھیں ان سب کا حضرت عیسیٰؑ کے ظہور سے پورا ہونا مان لیا تھا۔ اسی طرح پر سلسلہ احمدیہ کا امتیازی نشان جو اسکو مسلمانوں کے دوسرے تمام فرقوں سے ممتاز کرتا ہے یہ ہے کہ یہ سلسلہ حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانیٔ سلسلہ کو مسیح موعودؑ اور مہدی معہودؑ تسلیم کرتا ہے اور جسقدر پیشگوئیاں اسلام کی آئندہ کامیابیوں اور غلبہ کے متعلق مسیح اور مہدی کے نام سے وابستہ ہیں۔ ان سب کا آپکے ظہور سے پورا ہونا مانتا ہے۔ مگر ان دونوں سلسلوں یعنی سلسلہ عیسویہ اور سلسلہ احمدیہ کے ابتدا میں ہی ایک بڑا بھاری فرق بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ چونکہ سلسلہ موسویہ یعنی یہودی مذہب صرف ایک قوم بنی اسرائیل کے لیئے تھا ایسا ہی حضرت عیسیٰؑ بھی صرف اسی قوم بنی اسرائیل کے لیئے ہی مبعوث ہوئے تھے۔ اور وہ صرف اسرائیلیوں کے مسیح تھے نہ کسی اور قوم یا مذہب کے۔ نہ ہی انکے متعلق کسی دوسری قوم یا مذہب میں کوئی پیشگوئی موجود تھی۔ مگر چونکہ مذہب اسلام کل دنیا کے لیئے آیا اور کسی ایک قوم سے مخصوص نہ تھا اسی طرح سلسلۂ احمدیہ بھی ابتدا سے سب قوموں کے لیئے ہی ہے چنانچہ بانیٔ سلسلہ کا دعویٰ صرف یہی نہیں کہ وہ ان پیشگوئیوں کے مطابق آئے ہیں جو اسلام میں مسیح یا مہدی کے متعلق ہیں بلکہ انکا یہ بھی دعویٰ ہے کہ جسقدر قوموں کو آخری زمانہ میں کسی مصلح کے آنیکی امیدیں دی گئی ہیں ان سب کی امیدیں آپکے

ظہور سے پوری ہوئیں اور ہونگی جیسا کہ مثلاً عیسائیوں کو بھی مسیح کے دوبارہ آمد یا ایک دوسرے مسیح کے آنیکی خبر دیگئی ہے اور ہندوؤں کو کرشن اوتار کی آخری زمانہ میں ظہور کی خبر دیگئی ہے۔ اور ایسا ہی بدھ مذہب والوں کو بھی اس آخری زمانہ میں ایک عظیم الشان مصلح کی خبر دی گئی ہے یہ اس لیئے ہوا کہ تا اس آخری زمانہ میں آنیوالا مصلح اور مامور تمام قوموں کو ایک کرے اور انکے باہمی تفرقوں اور اختلافوں کو مٹا دے۔ پس وہ مسلمانوں کیلئے مہدی۔ عیسائیوں کے لیئے مسیح اور ہندوؤں کیلئے کرشن ہو کر آئے۔

سلسلہ کی مختصر تاریخ:۔ سلسلہ احمدیہ کی مختصر تاریخ یہ ہے کہ بانی سلسلہ کے ملہم من اللہ ہونیکا دعویٰ ۱۸۸۰ء میں ہی جب آپکی پہلی کتاب براہین احمدیہ شائع ہوئی عام طور پر ملک میں شائع ہو چکا تھا۔ اور پھر اسی کتاب کے ذریعہ آپکا دعویٰ مجددیت بھی بموجب حدیث ان اللہ یبعث علیٰ رأس کل مائة من یجدد لھا دینھا شائع ہو کر عام قبولیت پا چکا تھا۔ اور خود کتاب براہین احمدیہ جس میں یہ دعاوی موجود تھے اور جس میں بہت سی پیشگوئیوں کا جو پوری ہو چکی تھیں اور بہت سی پیشگوئیوں کا جو آئندہ ظہور میں آنیوالی تھیں ذکر تھا تمام اہل اسلام میں مقبول ہوئی یہانتک کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے جو اب اس سلسلہ کے سخت ترین دشمنوں میں سے ہیں اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں ان سب باتوں کو تسلیم کیا یعنی پیشگوئیوں کا پورا ہونا اور آپ کا منجانب اللہ ملہم اور مامور ہونا لیکن باوجود اس قبولیت کے آپ لوگوں کو بیعت میں لینے سے انکار کرتے تھے۔ پھر بمقام لدھیانہ خدائے تعالیٰ سے امر پاکر آپنے یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو یہ اشتہار شائع کیا کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے بیعت لینے کا حکم فرمایا ہے اس اعلان پر بہت سے لوگ آپکی بیعت میں داخل ہونے شروع ہوئے پھر ۱۸۹۱ء میں آپنے اللہ تعالیٰ سے تصریح پاکر یہ اعلان کیا کہ مسیح بنی اسرائیلی فوت ہو چکے ہیں اور جس مسیح کے آنیکا وعدہ دیا گیا ہے وہ میں ہی ہوں اس دعویٰ پر مخالفت کا وہ شور اُٹھا جسکا بیان کرنا مشکل ہے۔ ہر مذہب و ملت کے لوگوں نے ہر طرح سے اس سلسلہ کی بیخکنی کی کوشش کی

مگر باوجود ان تمام مخالفتوں کے سلسلہ دن بدن ترقی کرتا گیا یہانتک کہ مئی گذشتہ میں جب اس سلسلہ کے مقدس بانی نے اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال کیا تو چار لاکھ کی جماعت کا اندازہ تھا۔ یہ مخالفت بھی اس سلسلہ کی صداقت کا ہی ایک ثبوت تھی کیونکہ ایسی مخالفت ہمیشہ سے خدا کے برگزیدوں کی ہی ہوتی چلی آئی ہے اور یہ اسلیئے ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ لوگوں کو اپنا ہاتھ اسکی تائید میں کام کرتا ہوا دکھا دے۔ ہر ایک چیز اپنی پیدائش کیوقت بڑی خبرگیری اور حفاظت کی محتاج ہوتی ہے مگر الٰہی سلسلے عین اپنی پیدائش کے وقت سخت سے سخت مخالفتوں کے طوفانوں کا مقابلہ کرتے ہیں پاؤں کے نیچے روندے جاتے ہیں انکو جڑھ سے اکھاڑنیکی کوششیں کیجاتی ہیں۔ اب جائے غور ہے کہ اگر کوئی ہستی جو ان تمام طاقتوں سے بالاتر اور زبردست ہو اور جسکی مرضی کے بغیر دنیا کی کوئی طاقت اپنا کام نہ کرسکتی ہو اگر ایسی کوئی ہستی ان سلسلوں کی خاص حفاظت اور تائید اپنے خاص ارادہ سے نہ کر رہی ہو تو کیونکر ممکن ہے کہ وہ نہ صرف زندہ رہیں بلکہ خارق عادت طور پر بڑھتے چلے جاویں اور مخالفتیں انکا کچھ بگاڑ نہ سکیں۔

احمدیہ نام کی حقیقت :۔ احمدیہ نام اس سلسلہ کا نومبر ۱۹۰۰ء میں اختیار کیا گیا۔ اور اسکے وجوہ ایک اشتہار میں جو اسوقت شائع کیا گیا بیان کیئے گئے تھے۔ وہ وجوہ یہ ہیں کہ قرآن شریف اور حدیث نبوی پر غور کرنیسے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتیں یا دو ظہور ہیں اور آپکے دو ناموں محمد اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم میں انہی دو بعثتوں کی طرف اشارہ ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جلالی نام تھا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان کامیابیوں کی طرف اشارہ تھا اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم جمالی نام تھا جس میں اس صلح اور اخوت کی طرف اشارہ تھا۔ جو آپکے ذریعہ دنیا میں پھیلنی تھی۔ آپکے پہلے نام کا ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی میں ہوا اور دوسرے نام کا ظہور مکی زندگی میں۔ گویا احمدیہ نام رکھنے میں اصل غرض اس امر کو ظاہر کرنا ہے کہ یہ زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت جمالی کے ظہور کا ہے۔ اور انہی معنوں میں

غلام احمد بروز احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

شرائط بیعت:- شرائط بیعت دس ہیں جو اول مرتبہ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو شائع کی گئیں۔ اور ہر ایک شخص کو جو اس سلسلہ میں داخل ہو ان شرائط کا پابند ہونا ضروری ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں۔ **اوّل**۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے۔ کہ آئندہ اسوقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہیگا۔ **دوم**۔ یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور فسق و فجور ظلم اور خیانت فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا۔ اور نفسانی جوشوں کے وقت انکا مغلوب نہ ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔ **سوم** یہ کہ بلا ناغہ پنجوقت نماز موافق حکم خدا و رسول کے ادا کرتا رہیگا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کریگا اور دلی محبت سے اللہ تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کرکے اسکی حمد اور تعریف کو ہر روزہ اپنا ورد بنائیگا۔ **چہارم**۔ یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہ دیگا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔ **پنجم**۔ یہ کہ ہر حال رنج و راحت عُسر و یُسر اور نعمت و بلا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کریگا اور بہر حالت راضی بقضاء ہوگا۔ اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنیکے لئے اسکی راہ میں تیار رہیگا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہ پھیریگا بلکہ قدم آگے بڑھائیگا۔ **ششم**۔ یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائیگا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کرلیگا۔ اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنی ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دیگا۔ **ہفتم**۔ یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دیگا۔ اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔ **ہشتم**۔ یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھیگا۔ **نہم**۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہیگا اور جہانتک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائیگا۔ **دہم**۔ یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت

معض اللہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اسپر تا وقت مرگ قائم رہیگا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا۔ کہ اسکی نظیر دنیوی رشتوں اور ناطوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

اہم مقصد:- سلسلہ احمدیہ کا اہم مقصد اور اس مشن کی اصل غرض دنیا میں یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ پر ایمان کو از سر نو زندہ اور تازہ کرکے انسان کو پاکیزگی کی راہوں پر چلاوے اور گناہ سے منجات پانیکی راہ بتاوے۔ اس سلسلہ کا یہ دعویٰ ہے کہ صرف اسی میں شامل ہو کر انسان ان راہوں کو پا سکتا ہے۔ اور اس دعوے کی تشریح یوں کیجاتی ہے۔ کہ خدائے تعالیٰ پر ایمان صرف مُنہ کی ایک بات ہے جب تک کہ دل اس صداقت کے تیقن سے بھرا ہوا نہ ہو جس کا اقرار مُنہ سے کیا جاتا ہے۔ خدائے تعالیٰ کی ہستی پر قدرت کے ملاحظہ سے بھی دلائل پیدا ہوتے ہیں اگر یہ دلائل صرف اس منطقی نتیجہ تک انسان کو پہنچا سکتے ہیں کہ خدا ہونا چاہیئے۔ مگر اس خدا کو پہچاننا اور یقین سے جان لینا کہ واقعی وہ ہے بھی یہ ایک بالکل الگ امر ہے اور اس کا حصول صرف اسی طرح سے ہو سکتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی قدرت اور علم کے خارق عادت نمونے دیکھے جاویں جنکا اظہار صرف انبیاء و رسل کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور ہوتا رہا ہے اور قدیم سے یہی سُنت الٰہی چلی آئی ہے کہ خدائے تعالیٰ ایسے اوقات میں جب زندہ ایمان لوگوں کے دلوں سے نیست و نابود ہو جاتا ہے اپنے انبیاء کے ذریعہ اپنی عظیم الشان قدرتوں کا اظہار بذریعہ خارق عادت نشانوں کے کرکے اپنی ہستی کا یقین لوگوں کے دلوں میں پیدا کرتا ہے جس سے انکی زندگی میں ایک پاک تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ ایسی ہی ضرورت اس زمانہ میں ہے کیونکہ گذشتہ انبیاء کے نشان بطور قصوں کے ہوگئے ہیں۔ اور انسے دلوں کے اندر وہ زندہ اور قوی ایمان پیدا نہیں ہوتا جو گناہ سوز ایمان کہلا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ اخلاقی حالتیں اس درجہ تک گر گئی ہیں اور روحانیت سے لوگ بے بہرہ ہوگئے ہیں۔ اس لیئے اسوقت میں خدائے تعالیٰ نے اپنا ایک مامور بھیجا اور وہ وہی مامور ہے جسکا اخیر زمانہ میں آنیکا ابتدا سے وعدہ دیا گیا تھا۔ کیونکہ وہ جس نے وعدہ دیا تھا وہ اس بات کو جانتا تھا کہ آخری

زمانہ میں ایک ماموسا کی ضرورت ہوگی۔ پس اسی وعدہ اور ضرورت کے مطابق ایمان اور مذہب زندہ کرنیکے لیئے اللہ تعالیٰ نے ایک مامور کو مبعوث فرمایا ہے تاکہ خدا کی ہستی کا یقین وہ دلوں میں پیدا کرے اور انکو خدا کی قدرتوں کے وہ نمونے دکھاوے جو انسے پہلے انبیاء کے وقتوں میں لوگوں نے دیکھے۔ کیونکہ جبتک ایسا زندہ ایمان دل میں پیدا نہ ہوگناہ کی غلامی سے انسان نجات نہیں پاسکتا۔ یقین کے بغیر انسان گناہ سے نجات نہیں پاسکتا۔ اور خدائے تعالیٰ کی قدرت اور علم کی تازہ بتازہ تجلیات کے مشاہدہ کے بغیر یقین کا پیدا ہونا ناممکن ہے اور تازہ نشان خدا کی قدرت کے بغیر وساطت مامور من اللہ اور نبی کے ظاہر نہیں ہوسکتے۔ ایسا ہی ایک مامور (جسکے ذریعہ سے دلوں میں نور ایمان پیدا ہوتا ہے) بانی سلسلہ احمدیہ ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جو لوگ انکے پیچھے چلتے ہیں وہ حسب استعداد بتدریج طہارت اور پاکیزگی اور تعلق باللہ میں ترقی کرتے ہیں۔ ان معنوں میں سلسلہ یہ ہی ایک سلسلہ ہے جو دنیا میں مذہب کو زندہ کرنیوالا ہے۔

ایک بڑی غلطی کی اصلاح: ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق عیسائیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ وہ صلیب پر فوت ہوئے اور پھر تیسرے دن جی اٹھے اور اب آسمان پر زندہ ہیں۔ عام مسلمانوں کا اسکے برخلاف یہ خیال ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر نہیں چڑھائے گئے بلکہ زندہ ہی آسمان پر اٹھا لیئے گئے۔ سلسلہ احمدیہ کی تعلیم کے رو سے یہ دونوں خیال غلط ہیں اور قرآن شریف ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ ہم اس بات پر ایمان لائیں کہ مسیح زندہ نہیں بلکہ فوت ہوچکے اور کہ انکی موت بذریعہ صلیب واقع نہیں ہوئی۔ نیز بہت سی تاریخی شہادت اناجیل اور دیگر ذرائع سے ایسی ملتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر چڑھائے گئے مگر زندہ ہی غشی کی حالت میں اتارے گئے پھر وہ صحت پاکر افغانستان اور کشمیر کی طرف آگئے اور آخر ملک کشمیر کے شہر سری نگر محلہ خانیار میں مدفون ہوئے جہاں انکی قبر اب تک موجود ہے۔ اور یوز آسف اور نبی صاحب کی قبر کہلاتی ہے۔ تاریخی شہادت ان امور کے متعلق حسب ذیل پیش کیجاتی ہے۔

اول۔ اناجیل کی شہادت۔ (۱) حضرت مسیح نے پیشگوئی کے طور پر اپنے آپ کو

یونسؑ سے مشابہت دی (متی ۱۲ باب - ۳۹ و ۴۰ آیت - لوقا ۱۱ باب - ۲۹ و ۳۰ آیت) لیکن یہ امر ثابت شدہ ہے کہ یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں مرے نہیں تھے بلکہ صرف مردہ سی حالت انکی ہوگئی تھی۔ اسلئے حضرت عیسیٰؑ کی پیشگوئی کا منشاء یہ تھا کہ وہ بھی اگرچہ کالمیت ہو جائیں گے مگر یونسؑ کی طرح زندہ ہی رہیں گے اور مریں گے نہیں (۲) حضرت مسیحؑ نے کہا کہ میں بنی اسرائیل کی گم شدہ اقوام کی طرف بھیجا گیا ہوں (متی $\frac{15}{24}$) اور کہ میں اس لیئے آیا ہوں کہ تا انکو جو کھوئے جا چکے ہیں تلاش کروں (لوقا $\frac{19}{10}$) اب یہ یقینی امر ہے کہ ملک شام میں جو یہودی تھے وہ صرف بنی اسرائیل کی دو قومیں تھیں اور باقی دس قومیں بہت عرصہ پہلے مشرق میں آباد ہو چکی تھیں۔ پس گم شدہ بھیڑوں کا لفظ جنکو تلاش کرنا ضروری تھا انپر بہ نسبت شامی اسرائیلیوں کے زیادہ صادق آتا ہے اور صلیب کے واقعہ کے بعد انہی کی طرف حضرت عیسیٰؑ چلے گئے۔ (۳) پیلاطوس کی بیوی کی خواب (متی $\frac{27}{19}$) بھی حضرت مسیح کے بچ جانیکی طرف اشارہ کرتی ہے۔ کیونکہ اگر منشاء الٰہی آپ کو بچانیکا نہ ہوتا تو فرشتہ کیوں پیلاطوس کی بیوی کو خواب میں ڈراتا کہ اسے مسیح کے بچانیکی کوشش کرنی چاہیئے۔ (۴) بڑی زبردست شہادت حضرت مسیح کی وہ دعا ہے جو آپنے واقعہ صلیب سے پہلی رات مانگی۔ کیونکہ ایک پرہیزگار اور نیک آدمی کی دعا جو ایسے اضطرار اور مصیبت کی حالت میں کیجاوے کبھی رد نہیں ہو سکتی۔ پس خدائے تعالیٰ نے ضرور انکو وعدہ دیا ہوگا کہ میں تمھیں بچا لونگا اور معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ نے ایلی ایلی لما سبقتانی پکارا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حضور اس کا وہ وعدہ ہی پیش کر رہے تھے۔ عبرانیوں پانچ باب ساتویں آیت نے اس دعا کے قبول ہو جانے اور مسیحؑ کے بچایا جانیکو ایسا قطعی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ اس میں شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ کیونکہ وہاں لکھا ہے کہ "اسنے اپنے مجسم ہونیکے دنوں میں بہت رو رو آنسو بہا بہا کے اس سے جو اسکو موت سے بچا سکتا تھا دعائیں اور منتیں کیں۔ اور اس کے تقوے کے سبب اسکی دعا سنی گئی"۔ (۵) حضرت مسیح صلیب پر بہت ہی تھوڑا وقت رہے۔ حالانکہ صلیب کی موت بہت آہستہ واقع ہوتی

تھی اور کئی کئی دن تک لوگ صلیب پر زندہ رہ جاتے تھے۔ جن دو آدمیوں کو مسیح کے ساتھ صلیب پر چڑھایا گیا تھا وہ یقینی طور پر اسوقت تک زندہ تھے جب اُتارے گئے۔ (۶) دوسرے دو آدمیوں کی ٹانگیں محض اس لیئے توڑی گئیں کہ تا موت کا تیقن ہو جاوے۔ مگر مسیحؑ کی ٹانگیں نہیں توڑی گئیں۔ (۷) برچھے کو پہلو میں چبھونے سے خون نکلا جو صحیح علامت زندگی کی ہے۔ (۸) پیلاطوس کو بھی یقین نہیں آیا کہ مسیح اتنی جلدی مرگیا (مرقس $\frac{15}{44}$) (۹) مسیحؑ کو دوسرے مجرموں کی لاشوں کے ساتھ نہیں ملایا گیا اور نہ ہی جہاں وہ دفن ہوتے تھے اسے دفن کیا گیا بلکہ ایک فراخ کمرے میں بڑی آسائش کے ساتھ رکھا گیا (۱۰) تیسرے دن جب اس کمرے کو دیکھا گیا تو پتھر دروازے پر نہ تھا اگر حضرت مسیحؑ خارق عادت طور پر جی اُٹھے ہوتے تو پتھر کے دروازہ سے ہٹانیکی ضرورت پیش نہ آتی بلکہ یہ واقعہ صاف بتا رہا ہے۔ کہ خود مریدوں نے پتھر کو دروازہ سے ہٹا کر آپ کو باہر نکالا۔ (۱۱) مریم نے جب آپکو دیکھا تو اس نے خیال کیا کہ وہ باغبان ہے (یوحنا $\frac{20}{15}$) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ نے باغبانوں کا بھیس بدل لیا تھا تاکہ کوئی پہچان نہ سکے اگر مُردوں سے جی اُٹھے ہوتے تو بھیس بدلنے کی ضرورت کوئی نہ تھی۔ (۱۲) حواریوں سے جب آپکی ملاقات ہوئی تو اسی خاکی جسم کے ساتھ ہوئی جسمیں گوشت اور ہڈیاں اور خون ہے اور زخم اتنے گہرے تھے کہ ان میں ہاتھ پڑ سکتا تھا۔ اور آپ کو بھوک بھی لگی اور جسطرح حواریوں نے کھانا کھایا آپنے بھی کھایا۔ (لوقا ۲۴ باب - ۳۹ - ۴۳ آیت) (۱۳) حضرت مسیح نے دو مریدوں کے ساتھ گلیل کا سفر اختیار کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یروشلم سے بھاگ کر گلیل کو چلے گئے بعینہ ہی اسی طرح جسطرح کوئی اور انسان ایسے ہی حالات کے ماتحت چلا جاتا۔ اگر آپ کا مقصد آسمان پر چڑھنے کا تھا تو گلیل کا سفر بے معنی تھا۔ (۱۴) واقعہ صلیب کے بعد آپ ہمیشہ اپنے آپ کو چھپانیکی کوشش کرتے رہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکو اندیشہ تھا کہ یہودیوں کو اصل حال معلوم نہ ہو جائے۔ مردوں میں سے جی اُٹھے ہوئے مسیح کو اپنے آپ کو چھپانے کی بجائے کھلے طور پر یہ معجزہ یہودیوں کو دکھانا چاہیئے تھا۔

دوئم۔ باقی شہادتیں جو پیش کیجاویں گی وہ تاریخی رنگ اپنے اندر رکھتی ہیں اور خصوصیت سے کسی ایک مذہب سے تعلق نہیں رکھتیں۔ ان میں ایک مرہم عیسیٰ کی شہادت ہے۔ جسکے دوسرے نام مرہم حواریین اور مرہم رسل اور مرہم شلیخا بھی ہیں۔ اس مرہم کا ذکر طب کی اکثر کتابوں میں پایا جاتا ہے یہ وہ مرہم ہے جسکے متعلق یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ کے لیئے تیار کی تھی۔ اور خود مختلف قسم کے ناموں سے بھی ظاہر ہے کہ اس مرہم سے حواریوں کا بھی ویسا ہی تعلق ہے جیسا حضرت عیسیٰؑ کا۔ اس مرہم کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ یہ زخموں کے اچھا کرنے میں بہت نافع ہے چونکہ یہ کہیں سے ثابت نہیں ہوتا۔ کہ صلیب کے علاوہ کوئی اور زخم بھی حضرت عیسیٰؑ کو لگے تھے۔ اس لیئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ یہ مرہم صلیب کے موقع پر ہی زخموں پر لگانے کے لیئے تیار کی گئی تھی اور اسی کا اعجازی اثر تھا کہ اتنی تھوڑی دیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام چلنے پھرنے کے اور گلیل تک کا لمبا سفر اختیار کرنیکے قابل ہو گئے۔

سوئم۔ سری نگر محلہ خانیار میں جو قبر ایک نبی کی ملی ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ صلیب پر فوت نہیں ہوئے بلکہ وہاں سے زندہ بچکر اس طرف آ گئے اور یہیں فوت ہو کر دفن ہوئے۔ اس کے ثبوت میں حسب ذیل شہادتیں پیش کیجاتی ہیں۔ (۱) زبانی روایتیں جو نسلاً بعد نسل کشمیر کے لوگوں میں چلی آئی ہیں اور جنکے متعلق پانچسو آدمی کی دستخطی شہادت لی گئی ہے کہ واقعی یہ روایتیں قدیم سے چلی آتی ہیں۔ کہ قبر مذکور یوز آسف کی قبر ہے جو نبی بھی تھا اور شہزادہ بھی۔ جو کسی مغربی ملک سے قریب اُنیس سَو سال ہوئے کشمیر میں آیا تھا۔ اس قبر کو نبی صاحب یا عیسیٰؑ صاحب کی قبر بھی کہتے ہیں۔ (۲) تاریخ اعظمی جو ایک تاریخی کتاب قریباً دو سَو سال کی ہے۔ اسکے صفحہ ۸۲ پر اس قبر کے متعلق یہ شہادت درج ہے "سید نصیر الدین کی قبر کے ساتھ ایک نبی کی قبر مشہور ہے وہ ایک شہزادہ تھا جو غیر ملک سے کشمیر میں آیا وہ زہد تقویٰ اور عبادت میں کامل تھا۔ خدا کی طرف سے نبی بنایا گیا اور

اہل کشمیر کی دعوت میں مشغول ہوا اسکا نام یوز آسف تھا۔ بہتسے اہل کشف اور خصوصاً میرے مرشد نے
شہادت دی ہے کہ اس قبر سے برکات نبوت ظاہر ہوتے ہیں۔" (۳) کتاب اکمال الدین میں
جو قریباً ایک ہزار سال کی تحریر ہے صفحہ ۳۵۹ پر لکھا ہے "وہ (یوز آسف) بہتسے ملکوں
اور شہروں میں پھرتا ہوا اس ملک میں آیا جسکا نام کشمیر ہے وہاں اس نے زندگی بسر
کی اور وہاں ٹھہرا رہا یہانتک کہ موت کا وقت آگیا اور اس نے خاکی جسم کو چھوڑا اور نور
کی طرف اسکا رفع ہوا۔ پھر یابد کو حکم کیا کہ میرے لیئے ایک مکان یعنی مقبرہ بنا۔" (۴)
جوزف جیکبس جس نے یوز آسف کے قصوں کو جمع کرنے میں بہت محنت کی ہے۔
ایک بڑے پُرانے قصے کے حوالے سے لکھتا ہے کہ یوز آسف اخیر میں کشمیر پہنچا اور
وہاں ہی فوت ہوا۔ (۵) مندرجہ ذیل واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ یوز آسف یسوع ہی ہے
ا۔ یوز آسف کی قبر کو بعض لوگ عیسیٰ صاحب کی قبر بھی کہتے ہیں۔ ب۔ مسلمان اسکو
نبی کہتے ہیں اس لیئے یہ قبر کسی مسلمان ولی کی نہیں ہو سکتی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے بعد مسلمانوں میں کوئی شخص نبی کے نام سے مشہور نہیں ہوا۔ لفظ نبی یا عبرانی میں ہے
یا عربی میں۔ لیکن چونکہ کوئی نبی عربی سوائے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں
ہوا اس لیئے ضرور ہے کہ یہ کسی عبرانی نبی کی قبر ہو۔ ج۔ جو زمانہ یوز آسف کی طرف منسوب
کیا جاتا ہے وہ عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ ہے۔ د۔ یوز اور یسوع اسقدر ایک دوسرے
سے ملتے جلتے نام ہیں کہ ایک شخص بڑی آسانی سے دیکھ سکتا ہے کہ یسوع ادنیٰ تصرف
سے یوز بن گیا۔ ہ۔ بعض کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ یوز آسف ایک اسرائیلی تھا جو
ملک شام سے بھاگ کر آیا تھا۔ اب چونکہ وہ نبی ہے اور کسی نبی کے واقعات زندگی ایسے
نہیں ہیں جو ہم اسکی طرف ملک شام سے بھاگنا منسوب کر سکیں سوائے مسیح کے۔ اور
پھر جب زمانہ بھی وہی ہے تو یہ نتیجہ اور بھی یقینی ہو جاتا ہے۔ و۔ صرف نبی ہی نہیں بلکہ
یوز آسف شہزادہ کے نام سے بھی پکارا گیا ہے اور یہ واقعہ اسکو صاف طور پر مسیح ثابت
کرتا ہے۔ ز۔ یوز آسف کی تعلیم حضرت مسیح کی تعلیم سے بہت ملتی جلتی ہے یہانتک کہ
بعض تمثیلیں بالکل مطابق ہیں۔ مندرجہ ذیل تمثیل کا جو یوز آسف کی تعلیم میں پائی جاتی

ہے مسیح کی بیان کردہ تمثیل سے جو متی ۱۳/۳ مرقس ۴/۳ لوقا ۸/۵ میں پائی جاتی ہے مقابلہ کرو۔ "جب کسان بیج بوتا ہے تو کچھ دانے راستہ پر گرتے ہیں جنکو پرندے چگ جاتے ہیں کچھ پتھریلی زمین میں گرتے ہیں اور جب انکی جڑھیں پتھر کی سطح تک پہنچتی ہیں تو وہ سوکھ جاتے ہیں بعض دانے کانٹوں میں گرتے ہیں۔ اور بعض دانے اچھی زمین میں گرتے ہیں اور اگرچہ وہ تھوڑے ہوتے ہیں مگر وہ اگتے ہیں اور بڑھتے ہیں اور پھل لاتے ہیں. کسان سے مراد حکیم ہے اور بیج سے اسکے کلمات حکمت۔ جو دانے راستے پر گرتے ہیں انکی مثال ان حکمت کی باتوں کی طرح ہے جو ایک کان میں آتی ہیں اور دوسرے سے نکل جاتی ہیں۔ جو دانے پتھریلی زمین میں گرتے ہیں وہ وہ حکمت کی باتیں ہیں جو دل میں نہیں بیٹھتیں۔ جو دانے کانٹوں پر گرتے ہیں انسے مراد وہ کلمات حکمت ہیں جنپر عمل کرنیسے انسان کو اسکی شہوات روکتی ہیں۔ جو دانے اچھی زمین میں گرتے ہیں انکی مثال ان حکمت کے کلموں کی طرح ہے جو دل میں جڑھ پکڑتے ہیں اور اپنا پھل لاتے ہیں اور انسان انپر عمل کرنیسے نیک چلن انسان بنتا ہے" ح۔ اس سے بھی بڑھکر یہ بات حیرت میں ڈالنے والی ہے کہ یوزآسف اپنی کتاب کا نام بشریٰ رکھتا ہے جو بعینہٖ انجیل ہے۔ جیساکہ اکمال الدین کی مندرجہ ذیل عبارت سے ظاہر ہے۔ "حتّٰی بلغ فضاء واسعا فرفع راسہٗ فرای شجرۃ عظیمۃ علیٰ عین ماء احسن مایکون من الشجر واکثرھا فرعا وغصنا واملاھا ثمرا وقد اجتمع الیہ من الطیر مالا یعد کثرۃ۔ فسرّ بذلک المنظر وفرح بہ وتقدم الیہ حتّٰی دنیٰ منہ فجعل یعتبرہ ویفسرہ الشجرۃ بالبشریٰ التی دعا الیھا وعین الماء بالحکمۃ والعلم والطیر بالناس الذین یجتمعون الیہ ویقبلون منہ الدین" ترجمہ۔ یہانتک کہ وہ یعنی یوزآسف ایک وسیع میدان میں پہنچا۔ اپنا سر اٹھایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ بڑا درخت ایک چشمہ کے کنارہ پر کھڑا ہے نہایت ہی خوبصورت بہت شاخوں اور ٹہنیوں والا نہایت میٹھے پھل والا اور اسپر بے شمار پرندے جمع ہیں پس وہ اس نظارہ سے نہایت خوش ہوئے۔ اور اس درخت کی طرف بڑھے یہانتک کہ اسکے

پاس پہنچے اور اسکی تعبیر کرنے لگے۔ درخت کو انہوں نے اس بشریٰ سے مشابہت دی جسکی طرف وہ لوگوں کو بلاتے تھے۔ اور چشمۂ آب کو علم و حکمت سے مشابہت دی اور پرندوں کو ان لوگوں سے جو آپکے پاس جمع ہوتے اور آپ کا دین قبول کرتے" یہاں لفظ بشریٰ جو انجیل کا مرادف ہے یوز آسف کی کتاب کیلئے استعمال ہوا ہے۔ جس سے صاف کتاب کا صاف نشان ملتا ہے۔ ط۔ یوز آسف کی کتاب کا ترجمہ بہت عرصہ سے یورپ کی قریباً کل زبانوں میں ہو چکا ہے۔ اور عیسائی دنیا اسے بہت عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہے یہانتک کہ ایک گرجا بھی اسکے نام پر سسلی میں بنایا گیا ہے۔ اس عزت سے جو عیسائیوں نے یوز آسف کو دی ہے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اگر انہوں نے یوز آسف اور یسوع کو ایک ہی نہیں سمجھا تو کم از کم یوز آسف کو یسوع کے حواریوں میں سے سمجھا ہے کیونکہ زمانہ یوز آسف اور یسوع کا ایک ہی ہے اس بات کا بار ثبوت عیسائیوں کے ذمے ہے کہ وہ ثابت کریں کہ کونسا حواری حضرت مسیح کا یوز آسف کہلاتا تھا اور پھر نبی اور شہزادہ بھی اسکے لقب تھے۔ ی۔ عیسائی محققوں نے یہ کوشش کی ہے کہ یوز آسف کو بدھ ثابت کریں۔ چنانچہ ایک تازہ کوشش یہ کیگئی ہے کہ یوز آسف بودی ستوا سے بگڑا ہوا ہے جو بدھ کا نام ہے۔ لیکن محض یہ امکان کہ ایک لفظ سے بگڑ کر دوسرا لفظ بن سکتا ہے ثبوت کا قائم مقام نہیں ہے۔ اور جبکہ یہ قطعی طور پر ثابت ہے کہ بدھ سری نگر کشمیر میں دفن نہیں بلکہ یہ کوئی اور شخص ہے جو بدھ سے الگ ہے تو لازماً اسے یسوع ماننا پڑیگا۔

چہارم۔ جس مسیح کا اسرائیلیوں کو وعدہ دیا گیا تھا وہ کل اقوام بنی اسرائیل کیلئے مسیح ہوکر آنیوالا تھا۔ نہ ایک یا دو قوموں کی طرف۔ مگر یہ یقینی امر ہے کہ بنی اسرائیل کی بارہ اقوام میں سے دس قومیں حضرت مسیح کی پیدائش سے بہت مدت پہلے مشرق میں آباد ہو چکی تھیں پس مسیح اپنی قوم کا مبلغ کبھی نہیں ہو سکتا تھا جبتک کہ وہ ان دس قوموں کی طرف نہ آتا۔ مندرجہ ذیل شہادتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ افغان اور کشمیری بنی اسرائیل کی دس اقوام میں سے ہیں۔ (۱) افغان بالاتفاق یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ

اسرائیلی نسل سے ہیں۔ یہ بات حقیقت سے خالی نہیں ہو سکتی کیونکہ مذہبی طور پر افغانوں کو یہود سے سخت نفرت ہے پس اگر وہ واقعی بنی اسرائیل کی نسل سے نہ ہوتے تو ہرگز اپنے آپ کو اس قوم کی طرف منسوب نہ کرتے۔ انکے پاس نسب نامے بھی موجود ہیں جنہیں سلسلہ نسل اسرائیل سے جا ملتا ہے۔ اور یہ افغانوں کا نیا دعوی نہیں بلکہ قدیم سے وہ یہی دعوے کرتے چلے آئے ہیں۔ (۲) ظاہری خط و خال میں افغان اور کشمیری ان لوگوں سے نہیں ملتے جو انکے پڑوس میں ہیں مگر یہودیوں سے انکو ایسی مناسبت ہے کہ ایک شخص دھوکا کھا سکتا ہے۔ (۳) لباس میں۔ رسم و رواج میں۔ اخلاق اور اطوار میں بھی ایسی ہی مشابہت افغانوں اور کشمیریوں کی یہودیوں سے پائی جاتی ہے۔ (۴) افغانوں کے بعض قبائل کے نام اور کشمیر کے بعض مقامات کے نام صاف بتاتے ہیں کہ وہ اسرائیلی نام ہیں۔ (۵) افغانستان اور کشمیر میں بہت سے ایسے شہر ہیں جنکے نام یہودیوں کے قدیم وطن کے شہروں اور قصبوں کے ناموں سے ملتے ہیں۔ اس میں ہمیں انسانی طبیعت کا یہ میلان نظر آتا ہے کہ جب وہ ایک مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام کو جا آباد کرتے ہیں تو اپنے شہروں وغیرہ کے نام وہاں بھی رکھ لیتے ہیں۔ مندرجہ ذیل ناموں کا مقابلہ صاف بتاتا ہے کہ یہ اتفاقی بات نہیں۔ مثلاً کابل۔ پونچھ۔ زیدا جمس۔ گلگت تبتت۔ لاسہ لداخ۔ لیہ۔ سورد۔ سکیت کا مقابلہ قدیم شام کے ان ناموں سے کرو۔ کابل۔ فونیشیا۔ زیدان جمس۔ گلگوتھا۔ تبتھ۔ لاشا۔ لادح۔ سیجی۔ تسور۔ سکوتھ (۶) بڑے بڑے مشہور سیاحوں نے یہ شہادت دی ہے کہ افغان اور کشمیری بنی اسرائیل سے بہت ملتے جلتے ہیں۔

مسیح کی آمد ثانی کا عقیدہ: حضرت مسیح کے وفات یافتہ ثابت ہونیکی صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسیح کی آمد ثانی کے کیا معنے ہیں۔ جسکا آخری زمانہ میں وعدہ دیا گیا تھا۔ اس مسئلہ پر دو مختلف پہلوؤں سے بحث پیدا ہوتی ہے۔ یعنی ایک عیسائی مذہب کے تعلق سے اور دوسرا اسلام کے تعلق سے۔ کیونکہ مسیح موعود کی آمد کا دونوں مذہبوں کے لوگوں کو انتظار ہے۔ اور اپنے اپنے رنگ میں وہ اسکے الگ الگ معنے

کرتے ہیں - اول ہم مسیحی مذہب کے رو سے اس عقیدہ پر بحث کرتے ہیں سو واضح ہو کہ عیسائیوں کو جو مسیحؑ کی آمد ثانی کی امید دلائی گئی تھی سلسلہ احمدیہ کے نزدیک وہ آمد ثانی اسی قبیل سے ہے جیسی کہ الیاسؑ کی آمد ثانی حضرت مسیحؑ سے پہلے تھی - اور وہ یہ ہے کہ یہودیوں کو یہ وعدہ دیا گیا تھا کہ سچے مسیحؑ کی جو انکے درمیان آنیوالا ہے یہ نشانی ہے کہ اس سے پہلے الیاسؑ کی آمد ثانی ہوگی - اور جھوٹے مدعیوں اور سچے مدعی میں یہی امتیاز بتایا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ مسیحؑ نہیں آئیگا جبتک کہ الیاسؑ آسمان سے نہ اترے اور اسکی آمد ثانی نہ ہولے - چنانچہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مسیح ہونیکا دعویٰ کیا تو قبل اسکے کہ یہودی کوئی اور معجزہ یا نشان اس سے طلب کریں انہوں نے یہی کہا کہ ضرور تھا کہ مسیحؑ صادق سے پہلے الیاسؑ دوبارہ آوے سو الیاسؑ کہاں ہے جس کا جواب حضرت مسیحؑ نے یہ دیا کہ یوحنا بپتسمہ دینے والا ہی الیاسؑ ہے کیونکہ وہ اسکی قوت اور طبیعت میں آیا ہے یعنی اسی کے روحانی رنگ میں رنگا ہوا ہے - پس جس طرح خود حضرت مسیحؑ الیاسؑ کی آمد ثانی کا فیصلہ انیس سو برس پہلے کر چکے ہیں اسی طرح آج مسیح ثانی اور آخری زمانہ کا مسیح موعودؑ مسیحؑ کی آمد ثانی کا فیصلہ کرتا ہے اور آمد ثانی کے وہی معنے کرتا ہے جو اس سے پہلے مسیحؑ نے کیے اور اس نظیر کو پیش کرتا ہے جس سے کوئی عیسائی انکار نہیں کر سکتا - یعنی یہ کہ مسیحؑ کی آمد ثانی سے مراد ایک ایسے شخص کی آمد ہے جو اسی کے رنگ اور خو بو میں آوے - چنانچہ یہ ایک امر واقعہ ہے کہ مسیح موعودؑ کے دعوے سے کئی سال پہلے براہین احمدیہ میں حضرت مرزا صاحب اپنا رؤیا شائع کر چکے تھے کہ گویا وہ اور مسیحؑ ایک جوہر کے دو ٹکڑے ہیں - یعنی روحانیت میں ایک ہی ہیں اور اسکے علاوہ وہ الہامات بھی شائع کر چکے تھے جن میں آپ کو عیسیٰؑ کے نام سے پکارا گیا ہے -

اب ظاہر ہے کہ یہ رؤیا اور الہامات اسوقت شائع ہوئے جب ابھی مسیح موعود کے دعوے کا نام و نشان بھی نہ تھا بلکہ مسیحؑ کی آمد ثانی کے معمولی مروجہ عقیدہ پر جو اہل اسلام کے اندر چلا آتا ہے وہ قائم تھے جیسا کہ خود اپنی کتاب براہین احمدیہ میں آپ نے اسوقت لکھ بھی دیا - پس یہ تو صاف ثابت ہو گیا کہ یہ کوئی بناوٹ نہ تھی کہ کئی سال پہلے اس بات کو مدنظر

رکھکر کہ آئندہ مسیح موعود ہونیکا دعویٰ کریں گے ایسے رؤیا اور الہامات شائع کر دیئے جنسے آپ کا مسیح کے ساتھ روحانی رنگ میں ایک ہونا اور مماثلت کا اس درجہ تک پہنچ جانا کہ اللہ تعالیٰ بھی آپ کو عیسیٰ کے نام سے ہی پکارے ثابت ہوتا ہے بعد میں مسیح کی آمد ثانی کے معنے کرنے میں مد ملے کیونکہ اگر ایسی بناوٹ ہوتی اور یہ محض افترا ہوتا تو کبھی ممکن نہ تھا کہ اسی کتاب میں مسیح کی آمد ثانی کے مروجہ عقیدہ کو لکھدیتے پس جبکہ ایسی مماثلت اس درجہ تک موجود ہے تو اب مسیح کی آمد ثانی سے آپکی آمد مراد ہونا کچھ بھی مستبعد نہیں ہے بلکہ یوحنا اور الیاسؑ کی نظیر کو مد نظر رکھکر اور مسیحؑ کے فیصلہ کو عزت کی نگاہ سے دیکھکر یہ قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ اس مسیحؑ ثانی کی آمد ہی مسیحؑ اول کی آمد ثانی ہے۔

دوسرا پہلو دعوے مسیحیت کا متعلق بہ اسلام ہے۔ اسلامی رنگ میں سلسلہ احمدیہ مسیح موعودؑ کے آنیکو اس طرز پر مانتا ہے۔ کہ خدائے تعالیٰ نے اسرائیلی شریعت کی بنیاد حضرت موسیٰؑ کے ساتھ رکھی۔ اور پھر اس موسوی سلسلہ کا خاتمہ اسکے اخیر میں ایک مسیحؑ بھیجکر کیا۔ پس اس موسوی سلسلہ میں اول سلسلہ حضرت موسیٰؑ اور آخر سلسلہ حضرت عیسیٰؑ تھے۔ پھر خدائے تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو یہ بھی وعدہ دیا تھا کہ میں تیرے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی اُٹھاؤنگا۔ استثناء ۔ ۱۸-۱۸۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کو ابتدائے زمانہ نبوی میں یہ فرمایا کہ ہم نے تجھے موسیٰ کی مثل بنا کر بھیجا ہے جیسا کہ سورۃ مزمل کی آیت انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا اسپر شاہد ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی وعدہ دیا گیا کہ اس اُمت محمدیہ میں خلفاء قائم کیئے جائیں گے مثل ان خلفاء کے جو اُمت موسویہ میں بنائے گئے۔ جیسا کہ آیت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم (سورۃ نور) اسپر شاہد ہے۔ پس جیسا کہ سلسلۂ موسویہ کے اول یعنی حضرت موسیٰؑ کا مثیل نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم کو ٹھہرایا گیا تھا۔ ایسا ہی مطابق وعدہ سورہ نور کے یہ ضروری تھا۔ کہ خاتم سلسلۂ موسویہ یعنی حضرت عیسیٰؑ کا مثیل سلسلۂ محمدیہ کے اخیر پر مبعوث

کیا جاتا۔ یعنی جیساکہ حضرت موسیٰؑ کا خاتم الخلفا ایک مسیح تھا ویسا ہی ضروری تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الخلفا ایک مسیح بھیجا جاتا۔ بانی سلسلہ احمدیہ کا دعویٰ ہے کہ وہ اس وعدہ کے مطابق دنیا میں بھیجا گیا ہے اور حدیثوں میں جو مسیح ابن مریم کے آنیکا وعدہ ہے وہ بھی قرآن شریف کے اسی وعدہ کے مطابق ہے ورنہ حدیث قرآن شریف کے خلاف ہوگی کیونکہ قرآن شریف تو فرماتا ہے کہ تم میں سے ہی خلیفے پیدا ہونگے جس وعدہ کے لحاظ سے ضروری ہوا کہ باہر سے کوئی خلیفہ نہ آئے۔ اس سے حضرت عیسیٰؑ کی دوبارہ آمد کی تکذیب ہوتی ہے۔ مندرجہ ذیل امور سے اس مماثلت کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے (۱) یہودی ایک ایسے مسیح کے منتظر تھے جو دنیوی شان و شوکت والا ہو اور زمینی سلطنت یہود کی قائم کرے۔ جسکا غلبہ کل دنیا پہ ہو۔ بعینہٖ اسی طرح مسلمان ایک ایسے مسیح کے منتظر ہیں جو ظاہری شان و شوکت والا ہو اور اسلام کی سلطنت کل دنیا پر قائم کرے۔ (۲) جسطرح پر یہودیوں کے لیئے ایک ایسا مسیح بھیجا گیا جس نے انکی ظاہری شان و شوکت کی امیدوں کو خاک میں ملا دیا ایسا ہی مسلمانوں میں ایک ایسا مسیح بھیجا گیا جو صلح کا پیغام لیکر آیا ہے۔ اور ظاہری جنگ و جدال سے متنفر ہے اور مسیح ابن مریم کی طرح صلح اور آشتی سے دنیا میں اپنا پیغام پھیلانا چاہتا ہے۔ اور دلائل اور نشانوں سے وہ کام لے رہا ہے جسکو مسلمان اپنی غلطی سے یہودیوں کی طرح تلوار سے لینا چاہتے ہیں۔ (۳) حضرت عیسیٰؑ کی آمد کے وقت یہودی بہت سے فرقوں میں منقسم ہوئے ہوئے تھے ایسا ہی حال مسلمانوں کا اسلامی مسیحؑ کے آنیکے وقت ہے۔ (۴) اس ملک میں جہاں اسرائیلی مسیحؑ ظاہر ہوا اسرائیلیوں کی سلطنت جاتی رہی تھی اور وہ بطور رعایا کے تھے۔ ایسا ہی اس ملک ہند میں جہاں اسلامی مسیحؑ ظاہر ہوا ہے اسلامیوں کی سلطنت جاتی رہی ہے اور وہ بطور رعایا کے رہتے ہیں۔ (۵) خود وہ گورنمنٹیں جنکے نیچے یہ دونوں مسیحؑ اپنے اپنے زمانوں میں پیدا ہوئے آپس میں مشابہت رکھتی ہیں اور رومی انگریزی گورنمنٹ کی مشابہت کو عیسائی صاحبان نے بھی بارہا تسلیم کیا ہے (۶) جیساکہ یہودی مسیحؑ اسرائیلی کے آنیکے وقت راستبازی اور

نیکی کے طریقوں کو چھوڑ چکے تھے یہی حال اسلامی مسیحؑ کے آنیکے وقت مسلمانوں کا ہے۔

(۷) جب یہودیوں نے اپنے مسیحؑ کو سخت ایذائیں دیں تو انپر طاعون بھیجی گئی۔ ایساہی اس ملک میں بھی مسیحؑ کے ایذا دیئے جانے پر خدا نے طاعون کا خطرناک عذاب بھیجا ہے۔

(۸) جیساکہ یہودیوں نے اپنے مسیحؑ کو عدالتوں میں گھسیٹا اور عدالتوں کے ذریعہ مروا ڈالنا چاہا ایسا ہی یہاں بھی ہوا یعنی اسلامی مسیحؑ پر اقدام قتل کا مقدمہ قائم کیا گیا جس میں قوموں نے اتفاق کر کے اسے ہلاک کرنا چاہا۔ اور جیسے بڑے بڑے یہودی علماء مسیحؑ اسرائیلی کے خلاف گواہی دینے کے لیئے آئے تھے۔ یہاں بھی ایک جبہ پوشوں کا سردار مسیحؑ کے خلاف گواہی دینے کیلیئے عدالت میں آیا۔

اسلامی تعلیم کے بعض اور پہلو:۔ بہت سے عقائد مسلمانوں نے غلطی سے اسلام میں داخل کر دیئے ہیں جو اصل تعلیم اسلام کے خلاف ہیں۔ سلسلہ احمدیہ ایسے تمام عقائد کو رد کرتا ہے بڑے بڑے امور جن میں اس سلسلہ کا اختلاف دیگر مسلمانوں سے ہے حسب ذیل ہیں۔

اول۔ سب سے بڑا اور اہم اختلاف سلسلہ احمدیہ کا دوسرے اسلامی فرقوں سے یہ ہے کہ اس سلسلہ کے نزدیک اسلام ایک زندہ مذہب ہے جسکے بالفاظ دیگر یہ معنے ہیں کہ اسلام میں وحی اور کشف کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہے اور ایک سچا مسلمان ان نشانوں کو مشاہدہ کرتا ہے جو خدا کی ہستی پر ایک خارق عادت یقین اسکے اندر پیدا کرتے ہیں۔ موجودہ اسلامی عقیدہ جسپر اکثر مسلمان اس زمانہ میں قائم ہو گئے ہیں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی الٰہی ہمیشہ کیلیئے منقطع ہو گئی ہے۔ اسی کے قریب قریب دوسرے مذاہب کا خیال بھی ہے اور انہیں سے ہر ایک کے نزدیک اسکی آسمانی کتاب کے بعد الہام الٰہی پر مُہر لگ گئی ہے۔ اور اس کا دروازہ ہمیشہ کے لیئے بند ہو گیا ہے۔ سلسلہ احمدیہ اپنے عقیدہ کی تائید میں تین قسم کے دلائل پیش کرتا ہے۔ (۱) قرآن شریف کی متعدد آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وحی الٰہی منقطع نہیں ہو گئی اور اس انعام کا دروازہ اگرچہ دوسری اُمتوں پر بند ہو چکا ہے مگر سچے مسلمانوں پر اسکا دروازہ کبھی بند نہیں ہوا

اور نہ ہوگا۔ قرآن شریف نے یہانتک اس بات پر زور دیا ہے کہ سورہ فاتحہ میں جو خلاصہ قرآن شریف ہے اس امر کو بیان فرمایا ہے جہاں مسلمانوں کو یہ دعا سکھائی ہے۔
اھدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیھم۔ اب جس صورت میں خود خدائے تعالیٰ مسلمانوں کو اس دعا کی تعلیم دیتا ہے کہ وہ منعم علیہم کی راہ پر چلنے کیلئے دعا مانگا کریں تو صاف ظاہر ہے کہ الٰہی منشا یہ ہے کہ سچے مسلمانوں کو منعم علیہم والے انعام بھی دیئے جاویں۔ ورنہ اس دعا کا سکھانا بے سود تھا حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے مثلاً ایک ایسی حدیث کو لے لو جو ہر صدی کے سر پر ایک مجدد کے آنیکا وعدہ دیتی ہے۔ کیونکہ جو شخص تجدید دین کیلئے مامور ہوگا وہ بغیر مکالمہ الٰہی کے مامور نہیں ہو سکتا۔ (۲) عقلی دلائل بھی اسی کے موید ہیں۔ کہ اگر مکالمہ الٰہی کا انعام پہلے زمانوں میں خدا کے برگزیدوں کو ملتا تھا تو اب کوئی وجہ نہیں کہ خدائے تعالیٰ نے ہمیشہ کے لیئے وہ راہ بند کر دی ہو۔ سب مذاہب کی یہ تعلیم ہے کہ خدا انکے کاموں کو دیکھتا اور انکی دعاؤں کو سنتا ہے۔ اور ہر ایک مذہب نے اس امر کو بھی تسلیم کیا ہے کہ کسی وقت وہ بولتا بھی تھا۔ اور اپنے کلام سے نیک لوگوں کو مشرف کرتا تھا۔ اور ایک وقت تک ایسا ہی کرتا رہا۔ مثلاً ہندوؤں کے نزدیک۔ اس دَور دنیا کے آغاز میں اس نے کلام کی اور پھر نہیں کی۔ یہودیوں کے نزدیک بنی اسرائیل کے انبیاء سے وہ ہمیشہ کلام کرتا رہا۔ عیسائیوں کے نزدیک حواریوں کے زمانہ تک وہ کلام کیا کرتا تھا اور مسلمانوں کے نزدیک حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تک پس اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ مثل زمانہ سابق کے دیکھتا اور سنتا اب بھی ہے تو بولنے سے کیوں بند ہو گیا۔ خدا کے صفات ازلی ابدی ہیں اور جبکہ اس کے دوسرے صفات سمع بصر وغیرہ بیکار نہیں ہوئے اور نہ کبھی ہونگے تو ایسا ہی اس کی صفت کلام بھی نہ کبھی بیکار ہوئی اور نہ ہوگی۔ ہاں جیسے وہ پہلے اپنے برگزیدوں سے کلام کرتا تھا ایسا ہی اب بھی وہ کلام کرتا ہے مگر اسی سے جسکو اس نے چن لیا ہے اور اس کا کلام اسطرح پہچانا جاتا ہے کہ اس میں غیب کی مخفی اور باریک باتیں جنکا جاننا

انسان کی طاقت میں نہیں ظاہر کیجاتی ہیں۔ (۳) اسلام کے اندر ایک ایسے شخص کا
موجود ہونا جس کا کلام الٰہی سے مشرف ہونا ان تمام نشانات سے ثابت ہے جو دوسرے
انبیاء کے کلام الٰہی میں پائے جاتے ہیں صاف ثابت کرتا ہے کہ اسلام ایک زندہ
مذہب ہے۔ اور اصل بات تو یہ ہے کہ جس مذہب میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اپنے پیروؤں کو
تعلق باللہ کے اس مقام تک پہنچا سکے کہ وہ مخاطبہ مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہوں اس
مذہب کی انسانوں کو کوئی ضرورت بھی نہیں کیونکہ وہ انسان کو روحانی ترقی کے مراتب طے
کرانیکی قابلیت نہیں رکھتا ایسے مذہب کا زندہ مذہب ہونیکا دعویٰ کرنا لغو ہے۔
پس اس زمانہ میں احمدیہ سلسلہ ہی ایک زندہ مذہب کا نشان دیتا ہے کیونکہ اسکا بانی
اپنا دعویٰ مورد وحی الٰہی ہونیکا بذریعہ متعدد پیشگوئیوں اور خارق عادت نشانات
کے ثابت کر رہا ہے۔

دوئم۔ سلسلہ احمدیہ اس بات کا انکار کرتا ہے کہ دین اسلام بذریعہ تلوار پھیلایا جائے
مگر عام مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہے کہ دین کو بزور شمشیر بھی پھیلانا جائز ہے کیونکہ وہ ایک
ایسے مسیح اور مہدی کے منتظر ہیں جو ان تمام لوگوں کو تہ تیغ کر دیگا جو دین اسلام کے
قبول کرنیسے انکار کریں۔ مگر یہ سلسلہ اس خیال کو غلط ٹھہراتا ہے کہ اسلام نے کسی
ایسے مسیح یا مہدی کے آنیکا وعدہ دیا ہو۔ اور ایسی احادیث کو جنہیں خونی مسیح یا مہدی
کے آنیکا ذکر ہے وضعی قرار دیتا ہے کیونکہ وہ قرآن شریف کے صریح منطوق کے خلاف
ہیں جو فرماتا ہے لا اکراہ فی الدین نیز قرآن شریف وعدہ دیتا ہے کہ
جیسا ایک مسیح بنی اسرائیل کے سلسلہ کے خاتمہ پر بھیجا گیا تھا ایسا ہی ایک مسیح اس
سلسلہ کے خاتمہ پر آئیگا۔ پس جس طرح اس مسیح نے دین کیلئے کوئی لڑائی نہیں کی بلکہ یہودیوں
کے ایسے انتظار کو غلط ٹھہرایا اسی طرح یہ مسیح بھی دین کیلئے لڑائیاں کرنیکی غرض سے
نہیں آئیگا بلکہ اس خیال کی غلطی کو دور کریگا ایسا ہی صحیح بخاری کی حدیث بھی
مسیح موعود کی تعریف میں یضع الحرب ہی کہتی ہے یعنی وہ لڑائیوں کو دور
کریگا یعنی مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر دیگا۔

سوئم ۔ یہ سلسلہ سچے معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتا ہے۔ اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ کوئی نبی خواہ وہ پرانا نبی ہو یا نیا۔ آپ کے بعد ایسا نہیں آسکتا جسکو نبوت بدون آپکے واسطہ کے مل سکتی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خدائے تعالےٰ نے تمام نبوتوں اور رسالتوں کے دروازے بند کر دیئے مگر آپکے متبعین کاملین کے لیئے جو آپکے رنگ میں رنگین ہو کر آپکے اخلاق کاملہ سے ہی نور حاصل کرتے ہیں انکے لیئے یہ دروازہ بند نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ گویا اسی وجود مطہر اور مقدس کے عکس ہیں۔ مگر عام مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ آپکے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو آپ سے چھ سو سال پہلے نبی ہو چکے تھے دوبارہ آئیں گے جس سے ختم نبوت کا ٹوٹنا لازم آتا ہے۔ ایسا ہی یہ سلسلہ اس اُمت کو خیر الامم کہتا ہے اور اس لیئے اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ اسکے مصلح اسی میں سے پیدا نہ ہوں بلکہ باہر سے آئیں کیونکہ جب اشرار اس اُمت میں ہیں تو پھر اس سے بڑھکر اور کیا مصیبت اس اُمت کے لیئے ہو سکتی ہے کہ اخیار اس میں سے پیدا نہ ہوں بلکہ وہ باہر سے آئیں۔ آنحضرتؐ کی ختم نبوت آپکے کسی بروز کو آنے سے نہیں روکتی ۔ البتہ آپکے بعد غیر اپنا کوئی نبی نہیں آسکتی۔

موت کے بعد کی حالت :۔ تعلیم اسلام کے وسیع مضمون کیلیئے اس مختصر پرچہ میں گنجائش نہیں۔ سلسلہ احمدیہ نہایت سادہ اور عام فہم طریق پر اسلام کی اصل اور دلکش تعلیم کو پیش کرتا ہے۔ اس مختصر مضمون میں اس کی صرف ایک دو نظیروں پر کفایت کی جاویگی۔ اس سوال کے جواب میں کہ موت کے بعد انسان کی کیا حالت ہوتی ہے۔ لوگوں کو بہت مشکلات پیش آئی ہیں۔ بانی سلسلہ احمدیہ نے اسکا جواب یہ دیا ہے کہ موت کے بعد جو کچھ انسان کی حالت ہوتی ہے درحقیقت وہ کوئی نئی حالت نہیں ہوتی بلکہ وہی دنیائی زندگی کی حالتیں زیادہ صفائی سے کھل جاتی ہیں۔ جو کچھ انسان کے عقاید یا اعمال کی کیفیت صالحہ یا غیر صالحہ ہوتی ہے وہ اس جہان میں مخفی طور پر اسکے اندر ہوتی ہے۔ اور اسکا تریاق یا زہر ایک چھپی ہوئی تاثیر انسانی وجود پر ڈالتا ہے مگر آنیوالے جہان میں ایسا

نہیں رہیگا۔ بلکہ وہ تمام کیفیات کُھلا کُھلا اپنا چہرہ دکھائیں گی۔ جس طرح عالم خواب میں ہم میں ایک خاص تبدیلی پیدا ہو کر روحانیات جسمانی رنگ میں دکھائی دیتی ہیں ایسا ہی اُس عالم میں بھی ہوگا اور اس دن ہمارے اعمال اور اعمال کے نتائج جسمانی طور پر ظاہر ہونگے اور جو کچھ ہم اس عالم سے اعتقاد یا اعمال ساتھ لے جائیں گے وہ سب اُس دن ہمارے پر نمودار ہو جائے گا۔ اور تمثلات کے ذریعہ خدا اپنی نئی قدرت دکھائیگا۔ قرآن شریف بار بار یہی فرماتا ہے کہ عالم آخرت کوئی نئی چیز نہیں بلکہ اسکے تمام نظارے اسی دنیوی زندگی کے آثار و اظلال ہیں جیسا کہ فرماتا ہے وکل انسان الزمناہ طائرہٗ فی عنقہٖ ونخرج لہٗ یوم القیامۃ کتابا یلقاہ منشورا۔ یعنی ہم نے اسی دنیا میں ہر ایک شخص کے اعمال کا اثر اسکی گردن سے باندھ رکھا ہے اور انہیں پوشیدہ اثروں کو ہم قیامت کے دن ظاہر کر دیں گے۔ اور ایک کُھلے کُھلے اعمالنامہ کی شکل پر دکھا دینگے۔ پس قرآن کریم نے جو اصل زندگی بعد الموت کے متعلق بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہر ایک عمل کا ایک نقش ہوتا جاتا ہے۔ جو ظاہر آنکھوں سے نظر نہیں آتا مگر پوشیدہ طور پر یہی اعمال نامہ ہے جو یہاں تیار ہوتا جاتا ہے۔ اور دوسرا اصل عالم آخرت کے متعلق جو بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ وہ تمام امور جو اس دنیا میں ایک روحانی رنگ رکھتے ہیں اور عالم محسوسات میں سے نہیں ہیں عالم آخرت میں وہ جسمانی طور پر متمثل ہو کر صاف صاف دکھائی دینگے اور محسوسات میں داخل ہو جاویں گے۔

بہشت اور دوزخ:۔ یہ اصول جو عالم آخرت کے متعلق اوپر بیان کیے گئے ہیں انہی پر بہشت اور دوزخ کا قرآنی فلسفہ مبنی ہے۔ انسان کی بہشتی یا دوزخی زندگی اسی عالم میں شروع ہو جاتی ہے مگر وہ اسقدر اس دنیا کے امور میں غرق ہے کہ وہ اسکے اثر کو محسوس نہیں کرتا اور عالم آخرت میں وہی بہشتی یا دوزخی زندگی جو اسی دنیا سے شروع ہو گئی تھی کُھلے طور پر نظر آجائے گی۔ نعمائے جنت درحقیقت اسی دنیا کے نیک اعمال کا روحانی پھل ہیں اور عذاب نار اسی دنیا کی بدکرداریوں کا برا نتیجہ۔ اسی دنیا کے نیک عملوں کے نتائج متمثل ہو کر بہشت کی نعمتیں بنجائیں گی۔ وہ زندگی کا پانی جو عارف دنیا

میں روحانی طور پر پیتا ہے۔ اُس عالم میں ظاہری طور پر موجود ہے اور وہی عالم آخرت میں ظاہری طور پر مصفا پانی کی نہروں کے رنگ میں بہتا ہوا دکھائی دیگا۔ اور وہ روحانی دودھ جس سے وہ شیر خوار بچہ کی طرح روحانی طور پر اس دنیا میں پرورش پاتا ہے بہشت میں ظاہر ظاہر دکھائی دیگا۔ اور وہ خدا کی محبت کی شراب جس سے وہ روحانی طور پر دنیا میں ہمیشہ مست رہتا تھا۔ اب بہشت میں ظاہر ظاہر اسکی نہریں نظر آئیں گی اور وہ حلاوت ایمانی کا شہد جو دنیا میں روحانی طور پر عارف کے مُنہ میں جاتا تھا۔ وہ بہشت میں محسوس اور نمایاں طور پر نہروں کی طرح دکھائی دیگا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے اس آیت کریمہ میں۔ مثل الجنة التی وعد المتقون فیھا انھار من ماء غیر آسن وانھار من لبن لم یتغیر طعمه وانھار من خمر لذة للشاربین وانھار من عسل مصفی۔ چونکہ اُس دن اس دنیا کے تمام حجاب دُور ہو جائیں گے اس لئے انسان کی روحانی حالتیں بھی کُھلے کُھلے طور پر دکھائی دیں گی اور یہ کمالات جو انسان کو اُس اُخروی زندگی میں حاصل ہونگے وہ غیر متناہی ہونگے اور ایک کمال سے دوسرے کمال کی طرف انسان ترقی کرتا چلا جائیگا۔ جیسا کہ یہ دعا بہشتیوں کو سکھائی گئی ہے واتمم لنا نورنا۔ اسی طرح پر دوزخ کی حقیقت یہ ہے کہ اسی دنیا کی روحانی نابینائی اُس عالم میں جسمانی طور پر دکھائی دیگی۔ دنیا کی وہ خواہشیں جنہوں نے انسان کے سر کو زمین کی طرف جھکا رکھا تھا اور آسمانی باتوں کی طرف اسے اُٹھنے نہ دیتی تھیں وہ عالم آخرت میں جسمانی طور پر طوق گردن ہو جائیگا۔ اور دنیا کی گرفتاریوں کی زنجیریں جنہوں نے ایک غلط کار انسان کے پاؤں کو پکڑ رکھا تھا کہ وہ نیک کام کی طرف نہ اُٹھیں۔ وہاں سچ مچ کی زنجیریں بنکر پیروں میں پڑی ہوئی دکھائی دیں گی۔ اور دنیا کی ناکامیوں کی حسرتیں جو اس دنیا میں بھی جہنم کی سوزش کا احساس کراتی ہیں۔ اُس عالم میں جب کہ تمام فانی شہوات منقطع ہو جائیں گی جسمانی آگ کے طور پر بھڑک اُٹھیں گی۔ ایسا ہی دوزخ کے جسقدر عذاب بیان کیئے گئے ہیں وہ دراصل اسی دنیا کے روحانی عذاب ہیں جو جسمانی رنگ میں نظر آئیں گے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن شریف کی تعلیم کے رو سے دوزخ کے

یہ عذاب انسان کے علاج کے طور پر ہیں تاکہ اسے تمام گندوں سے پاک کرکے جن میں وہ اپنے ہی اعمال کے سبب سے پڑ گیا ہے اسے علیٰ درجہ کی ترقیات اور غیر متناہی کمالات حاصل کرنیکے قابل بنا دیں۔

ملائک اور جنّات کا وجود:۔ جسطرح عالم آخرت کا مسئلہ انسان کی نظر سے چھپا ہوا ہونیکی وجہ سے اپنے اندر مشکلات رکھتا ہے یہی حالت ملائک اور جنّات کے وجود کے مسئلہ کی ہے اور جن لوگوں نے اس مسئلہ پر فلسفیانہ نظر کی ہے انہوں نے غلطی سے ملائک اور جنّات کے خارجی وجود سے انکار کیا ہے۔ مگر اسلام کی تعلیم پر چلکر غور کرنیسے کوئی مشکل باقی نہیں رہتی۔ جسطرح پر خدائے تعالیٰ کے ظاہر قوانین قدرت میں کام کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اسی طرح پر اسکے روحانی قانون بھی ہیں۔ اب ان فیوض کو حاصل کرنیکے لیئے جو جسمانی دنیا میں ہمارے لیئے خدائے تعالیٰ نے رکھے ہیں گو ہم اپنے اندر قویٰ بھی رکھتے ہیں۔ مگر پھر بھی ان قویٰ اور ان فیضانوں کے درمیان ایک توسط کا ہونا ضروری ہے۔ جیسے ہماری آنکھ روشنی قبول کرنیکے لیئے اپنے اندر ایک استعداد رکھتی ہے مگر پھر بھی وہ ایک توسط یعنی آفتاب کی روشنی کی محتاج ہے ایسا ہی ہمارے کان شنوائی کی قابلیت اپنے اندر رکھتے ہیں مگر جبتک ہوا کا توسط موجود نہ ہو جو ہر ایک آواز کو ہمارے کانوں تک پہنچانیکا ذریعہ ہے خالی شنوائی کی قابلیت ہمیں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ہمارے قویٰ ہمارے لیئے کافی نہیں بلکہ خارجی مددوں اور معاونوں کی ہمیں حاجت ہے۔ اور قانون قدرت کا یہ کھلا کھلا مشاہدہ نظر آتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کے ہر ایک فیضان کے لیئے ہم میں اور خدائے تعالیٰ میں علل متوسط ہیں جنکے توسط سے ہر ایک قوت اپنی حاجت کے موافق فیضان پاتی ہے۔ اسی قانون کو جسمانی دنیا سے نکالکر روحانی دنیا میں لے جاؤ تو ملائک اور جنّات کا وجود بدیہی الثبوت ہو جاتا ہے۔ جسطرح چیزوں کے دیکھنے کے لیئے محض ہماری آنکھیں کافی نہیں اور آواز کے سننے کیلیئے محض ہمارے کان کافی نہیں۔ اسی طرح خیر اور شر کے اکتساب میں صرف ہمارے روحانی قویٰ ہی کافی نہیں بلکہ خارجی ممدات اور معاونات کی ضرورت ہے۔ پس گو ان ممدات اور معاونات کی کنہ اور

کیفیت ہمیں معلوم نہ ہو مگر ظاہری قانون قدرت کا ملاحظہ یہ بات یقینی طور پر ثابت کرتا ہے کہ خدائے تعالیٰ اور ہمارے قویٰ کے درمیان ایسے توسط ضرور موجود ہیں جو اپنا مستقل وجود رکھتے ہیں جو خیر یا شر کے اکتساب پر ہمیں قادر کرتے ہیں۔ داعی الی الخیر ملک یا روح القدس ہے اور داعی الی الشر کا نام ہم جن یا شیطان رکھتے ہیں۔ یہ ہے ملائکہ اور شیاطین کے وجود کی حقیقت۔ گو ہم میں نیکی یا بدی کرنیکی ایک قوت موجود ہے مگر وہ قوت ہماری بینائی کی قوت کی طرح ایک خارجی معاون کی محتاج ہے۔ اور اسی کو ہم ملک یا شیطان کہتے ہیں۔ ان خارجی معاونین کا انکار کرنا یا بالفاظ دیگر ملائکہ اور جنات کے وجود کا انکار کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی یہ کہے ہم خارجی روشنی کے بغیر محض اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں یا ہوا کے بغیر اپنے کانوں سے سن سکتے ہیں۔

یہ ایک دو مثالیں بطور نمونہ بیان کی گئی ہیں جنسے معلوم ہوگا کہ اسلام کی وہ پاک تعلیم جسے سلسلہ احمدیہ پیش کرتا ہے کیسی دلکش کیسی عام فہم اور کیسی فلسفیانہ ہے۔

آریہ سماج کے اندرونی اور بیرونی جھگڑے

آریہ سماج کے بڑے بڑے کارنامے اسوقت لالہ دھرمپال بی۔اے کے نام سے وابستہ ہیں۔ انکی کتاب نخل اسلام کے بعض حصوں کی تردید حال ہی میں میر قاسم علی صاحب نے صاعقۂ ذوالجلال بر نخل دھرمپال کے نام سے شائع کی ہے۔ اس کتاب کے حصۂ اوّل کے صرف دو جزو دو رسالوں کی صورت میں شائع ہوئے ہیں۔ جزو اوّل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت زینب رضؓ سے نکاح کے متعلق جو کمینے اور گندے اعتراض کیئے جاتے ہیں اور جنکو دھرمپال نے اپنی کتاب نخل اسلام میں دُہرایا ہے انکا مفصل اور مبسوط جواب ہے۔ یہ جواب کس قسم کا ہے اسکے متعلق صرف اسقدر کہنا کافی ہے کہ اخبار نور افشاں کے ایک نامہ نگار نے اس جواب کی طرف عیسائیوں کو خصوصیت سے توجہ دلائی ہے۔ اور اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ واقعی ان

جوابوں نے دھرمپال کی نخل کی جڑھ کو ہلا دیا ہے۔ چنانچہ ذیل کی عبارت ہم ۱۴ اپریل ۱۹۰۹ء کے نور افشاں کے صفحہ ۷ سے نقل کرتے ہیں۔

"اب یہ سوال ہوگا کہ صاعقہ کے جوابات کیسے ہیں۔ آیا معقول یا محض دفع الوقتی کے طور پر نامعقول؟ تو اس کا جواب ہم بوجہ مسیحی ہونیکے اسقدر دینے کی جرأت کرتے ہیں کہ لائق مؤلف نے جدید علم کلام یعنی قادیانی نبی کی تجدید سے فائدہ اٹھاکر آریہ صاحب کے اعتراضات کو بڑی صفائی سے سلیس عبارت عام فہم میں رد کر دیا ہے۔ اور دھرمپال صاحب سے ہر پہلو میں گوئے سبقت لے گیا ہے۔ اور انکے نخل کی جڑھ کو ہلا دیا ہے۔ لیکن چونکہ یہ جوابات ایک نئے جواب ہیں جو خاص قادیانی مشین سے نکلے ہوئے ہیں اور آجتک ہمنے عام مسلمانوں سے اس اعتراض کے ایسے جواب کبھی نہیں سنے بدینوجہ ہم انکی حقیقت اور اصلیت کی نسبت سردست کوئی رائے زنی نہیں کرتے اور یہ اس لئے کہ ہم ایک راستباز کے پیرو ہیں جلد بازی اپنا شیوہ نہیں البتہ اپنی قوم کے جملہ مسیحی واعظین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ضرور اس رسالہ کو مؤلف سے منگواکر بغور ملاحظہ فرماویں اور اس نئی تجدید کی تردید کے واسطے تیاری کریں۔ ہم یہاں تک کہنے کی بھی جرأت کرتے ہیں کہ جمیع مسیحی صاحبان کے میز پر ایک ایک نسخہ صاعقہ کا رکھا ہوا نظر آنا چاہیئے جس پر وہ تدبر سے نظر کرکے اپنی اپنی رائے کا اظہار بذریعہ مسیحی اخباروں کے فرمائیں۔"

ہمیں صرف اس بات کا افسوس ہے کہ اسلام کے معترض جوابوں سے فائدہ نہیں اٹھاتے قریب چھ سال کے ہوئے ہمنے اسی رسالہ میں اس اعتراض کی تردید نہایت تفصیل سے کی تھی مگر معترض نے بجائے اسکے کہ اس جواب پر کچھ غور کرتا انہی پرانے اعتراضوں کو اور بھی ناشائستہ زبان میں اپنی کتاب میں لکھدیا ہے اور ایک لمحہ کیلئے بھی ٹھنڈے دل سے انکے جوابات پر غور نہیں کیا۔ اور گو نور افشاں کے عیسائی نامہ نگار نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ صاعقہ کے مصنف نے آریہ صاحب کے اعتراضات کو رد کر دیا اور انکے نخل کی جڑھ کو ہلا دیا ہے لیکن اگر پھر کسی آریہ صاحب یا عیسائی صاحب کو اسی مضمون پر لکھنے کا اتفاق ہو تو ہم امید نہیں کرتے کہ وہ ان جوابوں

پر غور کر کے قلم اُٹھائیگا۔ صاعقہ کے حصہ اوّل کا دوسرا جزو آریہ سماج کے مسئلہ نیوگ اور آریہ سماج کی بدزبانی پر ہے جزو اوّل ۶۰ صفحوں کا اور جزو دوئم ۷۰ صفحوں کا رسالہ ہے قیمت فی جزو ۲ر ہے۔ اور ایک روپے میں دس نسخے۔ جس میں مصنف نے اپنا کوئی فائدہ مدنظر نہیں رکھا بلکہ اسقدر تھوڑی قیمت رکھکر یہ کوشش کی ہے کہ حتی الوسع اس کتاب کی اشاعت زیادہ ہو۔ قیمت کے کم رکھنے کے معاملہ میں ہم میر صاحب کو خاص طور پر مبارکباد دیتے ہیں۔ ملنے کا پتہ میر قاسم علی صاحب ترا ہا بیرم خاں دہلی ہے۔

آریہ سماج کے بعض اندرونی جھگڑے بھی کچھ لالہ دھرمپال کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں جھگڑوں کا ہونا تو ایک معمولی بات ہے۔ مگر جو روشنی لالہ دھرم پال نے مئی جون کے اندر میں آریہ سماج کے بعض لیڈروں کے حال پر ڈالی ہے۔ اور جو روشنی ان تحریروں سے انکے اپنے حال پر پڑتی ہے۔ وہ آریہ سماج کی اندرونی حالت کا ایک ایسا نقشہ دکھاتی ہے جو اخلاقی طور پر پرلے درجہ کی گری ہوئی سوسایٹیوں میں نظر آیا کرتا ہے۔ لالہ دھرمپال نے گوروکل کی چار دیواری میں ایسی فحش باتوں کے ارتکاب کا اظہار کیا ہے جو ایک معمولی دنیوی سوسائٹی میں بھی باعث ننگ و عار ہیں۔ مگر تعجب ہے کہ باوجود ان باتوں کے علم کے لالہ دھرم پال کو اگر اعتراض ہوا تو آریہ دھرم سبھا کے ایک پرجوش ممبر رادھا کرشن پر کیونکہ "وہ اس بات کا پرچار کیا کرتا ہے کہ تعدد ازواج کا مسئلہ بہت صحیح ہے اور محمد صاحب ہمارے پراچین تمام رشیوں منیوں سے بڑھکر تھے۔" اور اس شخص کو جسکے متعلق انہیں اپنے بیان کے رو سے قطعی یقین ہو چکا تھا بلکہ انکی آنکھیں مشاہدہ کر چکی تھیں کہ اسکی زندگی میں مذہبی تقدس تو بالائے طاق رہا معمولی شریف دنیاداروں کی سی پاکیزگی بھی نہیں۔ اس شخص کو اپنا گرو بنایا اور پھر اسکو گرو بنانے کے بعد انکی وہ پہلی کوشش یہ تھی کہ میں اسکے دامن پر سے اس بدنامی کے داغ کو اتاروں جو کہ گروکل میں رہتے ہوئے اسکے دامن پر لگ گیا تھا۔ ہم ان واقعات کے بیان سے ان صفحات کو پاک رکھنا چاہتے ہیں۔ ناظرین اگر چاہیں تو مئی جون ۱۹۰۹ء کا اندر لاہور سے اسکے ایڈیٹر سے منگوا کر آریہ سماج کی اندرونی حالت کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

اسی پرچہ میں لالہ دھرمپال اپنی کارروائیوں کی اصلیت کا ایک جگہ یوں ذکر کرتے ہیں کہ "اب میں اُن ڈاکہ زنیوں کا ذکر کرونگا جو کہ ہم سب نے ملکر آریہ سماج پر کیں اور جنکی سزا آخر کار مجھے بھگتنی پڑی چونکہ میں ڈاکہ زنیوں کی سزا بھگت چکا ہوں اور اب میں ایک آزاد پیشہ نہیں ہوں اگرچہ آزاد قلم ہوں اسلیئے مجھے اپنے ہی آزاد قلم سے آزادانہ طور پر اپنی تمام ڈکیتی کی کہانی پبلک کے سامنے رکھ دینی چاہیئے" اور ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ "ہم دونوں نے یہ پروگرام بنایا کہ پہلے ایک ماہواری پرچہ نکالا جاوے اسکے ذریعہ آریہ دھرم سبھا کے خیالات کا پرچار کیا جاوے اور جہانتک ہوسکے آریہ سماج میں کھلبلی ڈالی جاوے اور اسکے آدمیوں کو جوڑ توڑ کر اپنی طرف ملایا جاوے آہستہ آہستہ آریہ سماج میں ایک طاقت حاصل کیجائے اور اسی طاقت کے ذریعہ آریہ پرتی ندھی سبھا پر دخل پایا جاوے آریہ پرتی ندھی سبھا پر دخل پاکر گوروکل پر دھاوا کیا جاوے ..... بے شک یہ ایک خطرناک پروگرام تھا جو کہ ہم نے سوچا بلکہ اگر میں اسکو صحیح الفاظ میں بیان کروں تو میں کہونگا کہ یہ ایک خطرناک سازش تھی۔ جو کہ ہم نے کی اس سازش کا سرغنہ آریہ دھرم سبھا والوں نے مجھے بنایا اور میں نے اس سازش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانیکے لیئے سر توڑ کوشش کی" سچ ہے برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اسکے اندر ہو جب ایک شخص کی اپنی کرتوتیں یہ ہوں تو وہ دوسروں کے ہر ایک کام کو بھی اسپر قیاس کریگا۔ مگر خدا کے ایک برگزیدہ نے کیا سچ کہا ہے۔ ؎

کارِ پاکاں بر بداں کردن قیاس ٭ کارِ ناپاکاں بود اے بدحواس

ایک شخص جو اپنے مُنہ سے اپنی کارروائیوں کو جو وہ بظاہر دھرم کی خاطر کر رہا ہے ڈاکہ زنی قرار دیتا ہے تو کچھ تعجب نہیں کہ اس نے ایک راستبازوں کے سردار کو بھی ڈاکو کہدیا۔ کیونکہ اسنے دوسروں کی نیّت کو اپنی نیّت پر قیاس کرلیا۔ ؎

چیستی اے مردکِ فطرت تباہ ٭ طعنہ بر پاکاں بدیں روئے سیاہ

میری رائے میں تو آجتک جو کچھ دھرم پال لکھ چکا ہے اس سب کا جواب اسکا یہی اپنا رسالہ کافی ہے ہم ابتک حیران تھے کہ آریہ سماج نے یہ گندہ طریق کیوں اختیار کر رکھا

ہے کہ وہ پاکوں پر نہایت گندے حملے کرتے ہیں - مگر لالہ دھرمپال کے رسالہ نے اس حیرت کو دُور کر دیا جہان کی "شرمناک فحش اور مہاگندی باتیں" ایسی ہوں کہ باوجود بہت سی شرمناک کرتوتوں کے لکھنے کے اندر کا ایڈیٹر اپنے اوراق کو ان سے "گندہ کرنا" پسند نہ کرتا ہو - وہ اگر نیک اور مقدس لوگوں پر ناپاک حملے نہ کریں تو اور کیا کریں -

صدر انجمن احمدیہ کی ماہوار رپورٹ

مدرسہ تعلیم الاسلام:- اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ماہ مارچ کے رسالہ میں جو مضمون بعنوان "قادیان میں دینی مدرسہ" لکھا گیا تھا اسکو پڑھکر بہت سے احباب نے اپنے بچوں کو تعلیم کے لیئے قادیان ہائی سکول میں بھیجدیا - اور بعض نے تو یہانتک عہد کر لیا ہے کہ وہ صرف قادیان میں تعلیم پانیکے لیئے بچوں کو خرچ دیں گے - مگر افسوس ہے کہ جن احباب نے جلسہ پر وعدے کیئے تھے ان میں سے اکثر نے ابتک ان وعدوں کو پورا نہیں کیا - مدرسہ کے نئے ہیڈ ماسٹر جناب مولوی صدرالدین صاحب بی - اے بی ٹی نے ۲۰ اپریل کو ہیڈ ماسٹری کا چارج مولوی شیر علی صاحب سے لے لیا - مولوی شیر علی صاحب اب اپنے وقت کا زیادہ حصہ میگزین کے کام کے لیئے دیں گے مگر مدرسہ میں اعلیٰ درجہ کا لائق سٹاف رکھنے کے ضرورت نے مجبور کیا ہے کہ بالفعل مولوی شیر علی صاحب دو گھنٹے روزانہ مدرسہ میں بھی تعلیم دیں - قرآن شریف کے ترجمہ کا کام اسوقت تک شروع ہونا مشکل ہے جبتک مولوی شیر علی صاحب کا پورا وقت میگزین میں لگے - امتحان انٹرنس میں تعلیم الاسلام کے ۱۵ طالب علموں میں سے ۷ کامیاب ہوئے - مقابلۃً نتیجہ اچھا ہا -

جلسۂ مذاہب میں جو مضمون سنایا گیا تھا اسکا ترجمہ دوسری جگہ اسی رسالہ میں درج ہے - اسکے متعلق مفصل کیفیت اخبار بدر میں درج ہو چکی ہے -

واعظین کے متعلق - مکرمی مفتی محمد صادق صاحب نے ایک تحریک انجمن میں کی تھی -

لیکن اخراجات کی دقت اسکے عمل میں آنیسے مانع ہے دوسری طرف خود ایسے واعظوں کا مہیا ہونا سخت مشکل ہے جو محض للہ کام کرنیوالے ہوں۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح سے جب اسکے متعلق مشورہ کیا گیا تو آپنے فرمایا کہ واعظین کیلئے دعائیں کرو کہ واعظ پیدا ہوں۔ خود مفتی صاحب کا دورہ جسمیں انکا پہلا مقصد اخبار بدر کی اشاعت ہی سلسلہ کے اغراض کیلئے بھی بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ شیخ غلام احمد صاحب عنقریب کانگڑہ جموں وغیرہ پہاڑی اضلاع میں تبلیغ اسلام کیلئے جائیں گے۔ مگر وسیع پیمانہ پر اس تحریک کے جاری کئے جانیکے لئے بہت آدمیوں اور روپیہ کی ضرورت ہے جسکو اللہ تعالیٰ جب چاہیگا پورا کریگا۔

تعمیر مدرسہ کا سوال اسوقت قوم کیلئے ایک نہایت نازک اور اہم سوال ہو رہا ہے۔ قوم کے سامنے بہت مطالبات ہیں مگر مدرسہ کی تعمیر کی ضرورت کو الاھم فالاھم پر عمل کرکے جبتک سب کاموں پر مقدم نہ کیا جاویگا اس کام کی تکمیل مشکل معلوم ہوتی ہے۔ اس رسالہ کے ذریعہ اور الگ بھی تمام انجمنوں اور احباب کو توجہ دلائی گئی ہے کہ کسقدر روپے کی ضرورت ہے مگر الا ماشاء اللہ اس دو ماہ کے عرصہ میں ان وعدوں کے روپیہ کا بھی کوئی معتد بہ حصہ وصول نہیں ہوا جو گذشتہ سال ڈیپوٹیشن کے نکلنے پر کئے گئے تھے۔ اس بے توجہی کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ اسوقت فنڈ تعمیر قریباً چھ ہزار روپیہ کا مقروض ہو چکا ہے۔ لیکن قرضہ سے بھی کام کا چلانا مشکل ہے کیونکہ تمام مدات میں روپیہ صرف انہی مدات کے اخراجات کیلئے بمشکل کفتی ہوتا ہے اور یہ اندیشہ ہے کہ کسی دوسری مد کے کام میں روک واقع ہو جاوے۔ بھٹہ میں اسوقت دس لاکھ کے قریب اینٹ تیار ہو چکی ہے یعنی پک چکی ہے اور ابھی پانچ لاکھ اور باقی ہے۔ گذشتہ اجلاس میں مجلس معتمدین نے ان مشکلات مالی کے لئے قوم کو پھر توجہ دلائی ہے۔ امید ہے کہ جملہ احباب بہت جلد خاص توجہ فرماکر مشکور فرماویں گے۔

اردو و پنجابی کے جھگڑے کے متعلق صدر انجمن احمدیہ نے حسب ذیل رزولیوشن باتفاق رائے مجلس معتمدین کے اجلاس منعقدہ ۲ اپریل میں جسکے میر مجلس حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح تھے

(۱) اس انجمن کی رائے میں "اردو" صوبہ پنجاب میں تعلیمی اغراض کے لئے بالعموم اور ابتدائی تعلیم کیلئے بالخصوص نہایت مناسب اور موزون زبان ہے۔ اور یہ حیثیت درسی جو زبانہ سے مدارس میں حاصل ہے۔ اسکو قائم رکھنا ترقی تعلیم کیلئے نہایت ضروری ہے۔ (۲) یہ انجمن ڈاکٹر پی۔ سی۔ چیٹرجی۔ کی اس رائے سے